از افادات

حجۃ الاسلام و المسلمین سید سبط حسن رضوی قائم نجفی

تقدیم

مولانا قائم اکیڈمی بنارس

ھوالمولیٰ

حکمت تبلیغ

میدان غدیر میں پیغمبر ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکمت تبلیغ اور
تاسیس وتنصیص ولایت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہما السلام

از افادات

حجۃ الاسلام والمسلمین
مولانا سید سبط حسن رضوی قائم نجفی طاب ثراہ
آل میر فتح اللہ فتح علیؒ نیشاپوری

ناشر
مولانا قائم اکیڈمی بنارس

نام کتاب: حکمت تبلیغ

مصنف: حجۃ الاسلام والمسلمین سید سبط حسن رضوی قائم نجفیؒ

پہلی اشاعت: مئی ۲۰۱۰ء

دوسری اشاعت: مئی ۲۰۱۱ء

صفحات: ٦۴

سرورق: حسن غروی (لندن)

کمپوزنگ: الم کمپیوٹر، مکتبہ کائنات دلی

طابع وناشر: مولانا قائم اکیڈمی بنارس

قیمت: ۵۰ روپے

ملنے کے پتے

۱۔ مولانا قائم اکیڈمی B-11/18 احاطہ روہیلہ، بھیلوپورہ، گوری گنج بنارس، یوپی، انڈیا

۲۔ القائم لائبریری، BMC 856-858 Harrow Road, Sudbury, Middlesex, HA0 2PX London (U.K.)

۳۔ مکتبہ کائنات 40/41 رشید مارکیٹ ایکسٹنشن دہلی 51

۴۔ سفینہ ٹرسٹ، سفینہ روڈ S-9/21 جوگابائی ایکسٹنشن، جامعہ نگر نئی دہلی 25

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہ.....

(قران کریم، سورہ مائدہ، ۶۷ پارہ ۶ سورہ ۵)

فہرست

عناوین	صفحہ نمبر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم

من كنت مولاه فهذا على مولاه

غدیرخم سے جو آئین انتخاب ملا

اس انتخاب کو آئین رہبری کہیے!

وحید عصر سید وحید الحسن ہاشمی وحیدؔ

باسمہ تعالیٰ و بحمدہ

عرض ناشر

حجۃ الوداع کے بعد مدینہ واپس ہوتے ہوئے مقام "غدیرخم" پر حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قیام ایک واقعہ ہے! بالکل اسی طرح جس طرح حضرت کا مکہ سے پہلی مرتبہ مدینہ جاتے ہوئے قبا میں قیام ایک واقعہ ہے اور جس طرح بدر، احد، خیبر اور خندق کی لڑائیوں میں آپ کا قیام! حدیبیہ میں صلح کے موقع پر آپ کا قیام! پھر لوگوں کو مجتمع کرنا اور کجاؤوں کا منبر بنوانا اور اس پر بلند ہوکر ایک طویل خطبہ ارشاد فرمانا اور خطبہ کے درمیان میں اپنے ہاتھ میں حضرت علیؑ کا ہاتھ لے کر **"من کنت مولاہ فعلی مولاہ"** فرمانا!

یہ سب محض روایات نہیں بلکہ واقعات ہیں!

جنہیں اصحاب وتابعین نے تواتر کے ساتھ نقل کیا ہے۔صرف خطبہ کے متن میں کچھ اختلاف ضرورنظر آتا ہے، جوطبیعی ہے اس لیے کہ یہ خطبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری زندگی میں غالباً آپ کا طویل ترین خطبہ تھا، یاکم ازکم طویل ترین خطبات میں سے ایک تھا۔لیکن اس میں بھی ایک فقرہ ایسا ہے جو بلاکسی شائبہ تحریف واختلاف ہرراوی کی زبان سے نقل ہوا ہے اوراس کا زبان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ادا ہونا بھی محض روایت نہیں امرواقعہ ہی کی حیثیت رکھتا ہے۔اس تجزیہ کی رو سے ''حدیث غدیر'' ایک روایت نہیں بلکہ ایک مسلمہ تاریخی واقعہ اورایک درایت کی حیثیت رکھتی ہے۔

یہی سبب ہے کہ علامہ ضیاء الدین مقبلی صنعانی مکی نے فرمایا ہے:۔

"فان لم یکن هذا معلوماً فما فی الدین معلوم"

''اگر یہ غدیر کا واقعہ معلوم نہیں تو پھر دین میں کچھ بھی معلوم نہ ہوگا۔''

اس کے باوجود چونکہ خودغرض دنیاپرستوں کی جانب سے اس واقعہ کوظالمانہ طورپر نظرانداز کرنے اور''امرولایت'' کے باب میں آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد گرامی کی غلط تاویل پیش کرتے رہنے کی بھی ایک تاریخ بن چکی ہے، جس کے نقصانات بھی اسلام اورملت مسلمہ کی تاریخ کا حصہ بنتے رہے ہیں اوربن رہے ہیں، اس لیے اس موضوع پر مسلسل گفتگوکرتے رہنا بھی ''اہم واجبات'' میں شمارکیا جانا چاہیے! تاکہ ''امر حق'' کوزندہ رکھنے کا فریضہ بھی انجام پاتا رہے یہی سبب ہے کہ مکتب اہلبیت علیہم السلام سے وابستہ علماء، فقہا اور خطبا اس موضوع کوہمیشہ سب سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔

حضرت حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا سید سبط حسن رضوی معروف بہ مولانا قائم نجفی

طاب ثراہ نے بھی اس موضوع پر اپنی مجلسوں میں اور مجلسوں کے علاوہ اپنی عمومی نشستوں میں بھی اور اپنی منتشر تحریروں میں بھی بہت سے افادات فرمائے ہیں۔ ان کی ڈائریوں میں حدیث غدیر اور ولایت امیر المومنین علیہ السلام سے متعلق روایات اور ان کے حوالے اور ان موضوعات سے متعلق نثر و نظم کے اقتباسات اس کثرت سے ہیں کہ انہیں مرتب کرنا ایک بڑا کام ہے لیکن ان تمام مندرجات میں تکرار بہت ہے اور ان میں بہت سی چیزیں علامہ امینی طاب ثراہ کی ''الغدیر'' سے اقتباس کی گئی ہیں۔

البتہ مولانا قائم صاحب طاب ثراہ کا ایک نکتہ ایسا ہے جو ان کے علاوہ کسی اور سے سننے میں نہیں آیا، نہ آج تک کسی تحریر میں نظر سے گزرا، یہ نکتہ ایک ایسی روایت پر مبنی ہے جو یقیناً بہت تحقیق طلب ہے، یہ وہ روایت ہے جس میں میدان غدیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قیام کی مدت تین دن بتائی گئی ہے۔ اور اس روایت کے اولین ماخذ کے طور پر مورخ طبری کا حوالہ دیا گیا ہے۔

اردو میں اس روایت کا ذکر مولف بزرگوار علامہ سید ابن حسن نجفی لکھنوی ثم کراچوی نے اپنی قابل قدر تالیف ''غدیر خم اور خطبہ غدیر'' میں ان الفاظ میں کیا ہے:۔

> ''..........زید بن ارقم کہتے ہیں کہ سرکار رسالت کے آخری جملے (یعنی: **وسلموا علیٰ علیؑ بامرۃ المومنین** علیؑ کو امیر المومنین ہونے کی حیثیت سے سلامی دو!) کے ساتھ ہی لوگ جوق در جوق منبر کی طرف بڑھے، سارے مجمع نے ایک آواز ہو کر عرض کی بسر و چشم ہم دل و جان سے اللہ اور اس کے رسول کا حکم بجا لائیں گے اور پھر تمام حاضرین نے مبارک سلامت کے شور میں علی ابن ابی طالبؑ کی بیعت کرنا شروع

کردی۔ سب سے پہلے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور طلحہ و زبیر نے ہاتھ میں ہاتھ دے کر زبان دی، اس کے بعد تمام مہاجر و انصار آگے آئے اور پھر باری باری ہر شخص نے بیعت کرتے ہوئے تبریک پیش کی۔ یہ جشن اپنی پوری جلوہ سامانیوں کے ساتھ تین دن تک منعقد رہا۔"

(علامہ سید ابن حسن نجفی "غدیر خم اور خطبہ غدیر" ص ۳۰)

پیش نظر صفحات میں ان کے اسی نکتہ کو کم و بیش انہی کے الفاظ اور اسلوب میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے۔ میدان غدیر میں تین دن قیام کی حکیمانہ وضاحت کے علاوہ اس مضمون میں اصل ارشاد نبوی **"من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ"** کی دلالت سے متعلق مولانا قائم صاحب اعلی اللہ مقامہ نے جس اصولی نکتہ کی وضاحت فرمائی ہے وہ بھی ایک دقیق اور لطیف اور اپنی جگہ پر ایک بھرپور اور مستقل استدلال کی شان رکھتا ہے جس کی قدر یقیناً صرف اس میدان کے علما ہی کر سکتے ہیں۔ ہم نے ان صفحات میں یہ بعض نکات ان کے متفرق نوشتہ جات سے یک جا کر کے اور بہت سے مکررات کو حذف کر کے پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

امید ہے کہ اس پیشکش سے ان کی روح آسودہ ہوگی، یہ ان کے لیے بہترین ایصال ثواب ہوگا اور اس دنیا میں بھی یہ ان کی بہترین یادگار ہوگی۔

امید ہے کہ قارئین ان کی روح پر فتوح کو ایک مرتبہ سورۂ حمد اور تین مرتبہ سورۂ اخلاص سے شاد فرمائیں گے۔

مولانا قائم اکیڈمی، بنارس

اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان اللعین اللئیم الرجیم
ولاحول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والعاقبة للمتقین والجنة للموحدین والنار للملحدین والصلوة والسلام علی سید الانبیاء و المرسلین النبی الممجدوالرسول المسدد المصطفی الامجد المحمود الاحمد ابی القاسم محمد وعلی آلہ الطیبین الطاہرین المعصومین واللعنة الدائمة علی اعدائھم اجمعین من الان الی قیام یوم الدین اما بعد فقد قال اللہ تبارک وتعالی فی کتابہ المجید وفرقانہ الحمید وقولہ الحق:

يَا اَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الْكَافِرِيْنَ ۝

حضرت رب العزت کا ارشاد ہے:

"اے پیغامبر! پہنچادے جو تیرے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اور اگر یہ نہیں کیا تو تو نے اس کی رسالت نہیں پہنچائی اور معبود برحق تجھے لوگوں سے محفوظ رکھے گا بیشک معبود برحق کافروں کی ہدایت نہیں کرتا۔"

یہ ارشاد گرامی ایک ارشاد کا ارشاد ہے اور ایک فرمان کا فرمان! بلکہ درحقیقت ایک ایسا فرمان ہے کہ تمام فرامین پر بھاری ہے۔

حضرت رب العزت کا یہ فرمان گرامی اپنی نوعیت کا بالکل ہی منفرد، انوکھا اور اچھوتا فرمان ہے۔ اس فرمان نامہ کے الفاظ اور اس کا انداز پورے قرآن میں ایک علاحدہ شان رکھتا ہے اور بہت غور طلب ہے۔

سب سے پہلی بات جو نظر کے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ اس فرمان میں اللہ تبارک وتعالی کا اپنے حبیب سے انداز تخاطب بہت بدلا ہوا ہے یہ بات کون نہیں جانتا کہ جناب ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کس قدر اعزاز واحترام حضرت رب العزت نے ہر جگہ ملحوظ اور محفوظ رکھا ہے! اس کی طرف ہمارے علماء نے بہت کچھ اشارے کیے ہیں کہ پورے قرآن میں اس پاک پروردگار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہیں بھی نام

لے کرنہیں پکارا ہے، جبکہ اور تمام انبیاؑ کو بلا استثنا نام لے لے کر پکارا ہے۔ مثلاً:

جناب آدمؑ سے خطاب فرمایا تو کہا:۔

"یا آدم انبئهم باسمائهم"

اے آدم ان فرشتوں کو ان معصوموں کے نام بتاؤ!

یا ایک دوسری جگہ ارشاد رب العزت ہوا:۔

"یا آدم اسکن انت وزوجك الجنة"

اے آدم تم اور تمہاری بیوی دونوں جنت میں رہو!

یا ایک اور مقام پر ارشاد ہوا:۔

"یا آدم ان هذا عدو لك ولزوجك"

اے آدم یہ شیطان تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے۔

یا جناب نوح علیہ السلام سے خطاب فرمایا تو کہا:۔

"یا نوح اهبط بسلام منا وبرکات علیك"

اے نوح !اب کشتی سے اترو ہماری طرف سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ۔

یا حضرت نوحؑ کے بیٹے کے بارے میں جب اہلیت اور نا اہلیت کا فیصلہ سنایا ہے پروردگار نے تو ارشاد فرمایا:۔

"یانوح انه لیس من اهلك"

اے نوح وہ تمہارے اہل میں سے نہیں ہے۔

یا ابوالانبیاء جناب ابراہیم علیہ السلام سے خطاب فرمایا تو کہا:۔

"یا ابراهیم اعرض عن هذا انه قد جاء امر ربك"

اے ابراہیم اب اپنی اس آرزو سے دستبردار ہو جاؤ! اب امر الٰہی آپہنچا

ہے اب کسی درگزر کی گنجائش نہیں رہ گئی ہے۔
یہ اس موقع کی آیت ہے جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قوم لوط پر عذاب نازل کیا ہے۔
یا جب بیٹے کی قربانی کے تعلق سے قرآن نے واقعات بیان کیے ہیں تو ارشاد ہوا ہے:۔

"وناديناه ان يا ابراهيمo قد صدقت الرؤيا انا كذٰلك نجزى المحسنينo"

اے ابراہیم تم نے خواب سچ کر دکھایا ہم اسی طرح سے نیکو کاروں کو جزا دیتے ہیں۔

یا جناب موسیٰ سے خطاب ہوا:۔

"يا موسى انى اصطفيتك على الناس برسالاتى"

اے موسیٰ میں نے تمہیں لوگوں تک اپنی پیغام رسانی کے لیے منتخب کیا!

اور پھر ارشاد ہوا:۔

"يا موسى انى انا ربك فاخلع نعليك انك بالواد المقدس طوى"

اے موسیٰ! میں تیرا رب، تیرا پروردگار تجھ سے مخاطب ہوں، تو اپنی جوتیاں اتار دے کہ وادی مقدس میں ہے۔

اسی طرح جناب عیسیٰ علیہ السلام سے خطاب ہے:۔

"يا عيسى ابن مريم اذكر نعمتى عليك و على والدتك"

اے عیسیٰ! خود اپنے اوپر اور اپنی ماں پر میری نعمت کو یاد کرو۔

غرض اسی انداز سے تمام انبیاء سے تخاطب نظر آتا ہے۔ جناب یحییٰ علیہ السلام سے خطاب ہے:۔

"يا يحيىٰ خذ الكتاب بقوة"

اے یحییٰ! یہ ہماری کتاب مضبوطی سے لے لو۔

الغرض اس نکتہ کی وضاحت کے لیے یقیناً یہ چند مثالیں کافی ہوں گی کہ جناب رب العزت نے جس نبی کو بھی پکارا ہے نام لے کر پکارا ہے۔ لیکن ایسی کوئی ایک بھی مثال نہیں ملتی کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نام لے کر پکارا ہو، بلکہ آپ کو جہاں بھی پکارا گیا آپ کے بہترین القاب و آداب کے ساتھ پکارا گیا ہے۔ اور ایک سے بڑھ کر ایک احترام اور محبت کا کنایہ یا خطاب استعمال کیا گیا ہے۔ جیسے:۔

یٰس !

طٰہ !

یا ایھاالمزمل !

یا ایھاالمدثر !

اے سید و سردار!

اے انسان کامل!

اے طیب و طاہر!

اے ردائے بندگی اوڑھنے والے!

اے لباس نبوت زیب تن کرنے والے!

لیکن یہ ایک ایسا مقام ہے جہاں آپ کو آپ کے عہدے اور منصب کے حوالے سے پکارا گیا ہے، یہ یقیناً ایک غیر معمولی انداز تخاطب ہے۔

اہل فن خوب واقف ہیں کہ ایسا انداز خطاب اس وقت اختیار کیا جاتا ہے جب کوئی اہم دستوری معاملہ درپیش ہوتا ہے۔ چنانچہ اس آیہ کریمہ میں جو فرمان ہے یا جو حکم ہے وہ ایسی ہی اہم نوعیت کا معلوم ہوتا ہے۔اور یہ اس آیہ کریمہ کی اسی تفسیر سے آشکار ہوتا ہے جو مذہب ومسلک اہلبیت علیہم السلام سے وارد ہوئی ہے۔یعنی درحقیقت یہ آیت امر ولایت وامامت کے تعلق سے نازل ہوئی تھی اب اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مختلف تفاسیر میں بیان کردہ اس آیت کی شان نزول پر ایک نظر ڈال لی جائے۔

شان نزول

اس آیہ کریمہ کے شان نزول کے بارے میں تقریباً تمام اہم مفسرین نے لکھا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع سے فارغ ہوئے اور مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہوئے تو کچھ ہی دور تشریف لے گئے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی جس کے بعد آپ نے غدیر خم کے مقام پر قیام فرمایا اور تمام حجاج کو بھی قیام کرنے کا حکم دیا۔ پھر اسی مقام پر ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام کی شان میں فرمایا "**من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ**" اس کے بعد آپؐ نے تمام حاضرین کو حضرت علی علیہ السلام کو ''امیر المومنین'' کہہ کر سلام کرنے اور آپ کی بیعت کرنے کا حکم دیا۔

یہ ہے خلاصہ مختلف ماخذ اور مصادر و منابع میں بکھری ہوئی روایات کا۔ ہم اس مضمون کے آخر میں ان ماخذ کی فہرست درج کریں گے لیکن فی الحال ہم اس اہم واقعہ کے تعلق سے صرف ایک نکتہ کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ یہ آیہ کریمہ حج کے دوران ہی میں نازل ہوئی ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میدان غدیر میں قیام فرمانے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ اور یہ بھی توجہ طلب ہے کہ مقام غدیر خم مکہ اور مدینہ آنے جانے والوں کی کوئی عمومی منزل نہیں تھی جہاں لوگ اکثر آتے جاتے قیام کیا کرتے ہوں۔ اس لیے اس واقعہ کی ایک خصوصی اہمیت ہو گئی۔

آیت کا خصوصی انداز، پھر آیت کے نزول کے لیے ایک غیر معمولی مقام کا انتخاب، پھر آیت پر عمل کا ایک غیر معمولی انداز یہ سب کچھ بلا سبب نہیں ہو سکتا!

یقیناً یہ سب اسی لیے تھا کہ اس آیہ کریمہ میں ایک اہم دستوری معاملہ کا تصفیہ منظور و مقصود تھا۔ اور یہ سب امور ایک خاص حکمت تبلیغ کے تحت ظہور میں آرہے تھے اور اسی بنا پر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس حکم الٰہی کی تبلیغ میں وہ بے نظیر حکمت عملی اختیار فرمائی کہ حق رسالت ادا فرما دیا۔

اس مضمون میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اسی حکمت تبلیغ کے تعلق سے چند نکات عرض کرنے ہیں۔

سب سے پہلے تو یہ امر توجہ طلب ہے کہ مقام غدیر خم پہ ٹھہرنے کا اور **"من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ"** کہنے کا سبب اسی آیہ بلغ کا نزول تھا اور اس کے علاوہ کچھ نہ

تھا۔اس لیے کسی بھی طرح یہ نہیں کہا جا سکتا کہ **"احادیث میں خاص یہ تصریح نہیں ہے کہ ان الفاظ کے کہنے کی کیا ضرورت پیش آئی۔"** جیسا کہ علامہ اہل سنت جناب شبلی نعمانی نے سیرت النبی میں تحریر فرمایا ہے۔(سیرت النبی جلد۲ص ۲۰۷)

دوسرا امر جو بہت توجہ طلب ہے وہ یہ ہے کہ عام طور پر یہ واقعہ "واقعہ غدیر" حدیث وتاریخ کی کتابوں میں جس طرح سے بیان ہوا ہے اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام واقعہ ایک ہی دن میں انجام پایا۔لیکن ایک قول بعض کتابوں میں مورخ طبری کے حوالے سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ یہ واقعہ تین روز تک جاری رہا۔یعنی میدان غدیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین دنوں تک قیام فرمایا اور دیگر تمام حضرات بھی تین دنوں تک وہیں مقیم رہے۔یہ قول اگرچہ مشہور نہیں ہے تاہم ہے بہت توجہ طلب اور اصل واقعہ کی اہمیت کو دیکھتے ہوئے اور دوسرے تمام اجزائے واقعہ کو نظر میں رکھتے ہوئے یہ قول صحت سے قریب بھی معلوم ہوتا ہے۔

مورخ طبری اور روایت غدیر

یوں تو روایت غدیر کی ''شہرت روائی'' بلا شک وشبہ حد تواتر تک پہنچی ہوئی ہے تاہم مورخ طبری کا رویہ اس کے تعلق سے بڑا عجیب وغریب رہا ہے اسی بنا پر ہمیں یہ خصوصی عنوان قائم کرنا پڑ رہا ہے۔

بحثیت مورخ طبری کو یہ روایت جہاں نقل کرنی چاہیے انہوں نے اپنی تاریخ میں اسے وہاں پر نقل نہیں فرمایا ہے۔ چنانچہ تاریخ طبری میں ۱۰ھ ہجری کے واقعات کے ضمن میں ہمیں غدیر کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ اسی طرح ان کی تفسیر میں بھی نہ ''آیہ بلغ'' کے ذیل میں اور نہ ''آیہ اکملت'' کے ضمن میں واقعہ غدیر کا کوئی ذکر ہے، نہ ولایت علیؑ سے طبری کا کوئی تعلق سامنے آتا ہے لیکن طبری ''روایت غدیر'' کی روایت کے لیے شہرت ضرور رکھتے ہیں بلکہ وہ اسی بنا پر شیعیت کے اتہام میں بھی ملوث کیے گئے جس کا ثبوت

ہمیں مشہور مفسر اہل سنت مولانا مودودی کی اس تحریر سے بھی ملتا ہے۔

"بعض فقہی مسائل اور حدیث غدیر کے معاملہ میں شیعہ مسلک سے اتفاق کی بنا پر بعض لوگوں نے خواہ مخواہ انہیں شیعہ قرار دے ڈالا۔ اور ایک بزرگ نے تو ان کو "**امام من الائمة الامامية**" تک قرار دے دیا۔ حالانکہ ائمہ اہل سنت میں کون ہے جس کا کوئی قول بھی کسی فقہی مسئلے یا کسی حدیث کی تصحیح کے معاملہ میں شیعوں سے نہ ملتا ہو۔"

(مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، خلافت وملوکیت، ص ۳۱۲)

مولانا مودودیؔ کے اس بیان سے یہ بات تو سامنے آگئی کہ طبریؔ نے "حدیث غدیر" کی روایت کی ہے۔ لیکن تاریخ اور تفسیر میں نہ ہونے کی وجہ سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ اس حدیث پر انہوں نے اپنی آخری عمر میں تحقیق پیش کی ہوگی۔ اب جو کچھ سراغ اس سلسلے میں ملتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تحقیق سرسری نہیں بلکہ اتنی تفصیل سے پیش کی تھی کہ دو ضخیم جلدیں تحریر کی تھیں۔ اس سلسلے میں سب سے زیادہ توجہ طلب بیان مورخ ابن کثیر صاحبِ تاریخ "البدایہ والنہایہ" کا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:۔

"وقد اعتنى بامر هذا الحديث (الغدير) ابو جعفر محمد بن جرير الطبرى صاحب التفسير والتاريخ فجمع فيه مجلدين اورد فيهما طرقه والفاظه"

"اور اس حدیث کی شان پر خاص توجہ کی ہے ابوجعفر محمد بن جریر طبری صاحب تفسیر و تاریخ نے۔ اور تالیف کی ہیں انہوں نے اس موضوع میں دو جلدیں جن میں اس حدیث کے سلسلے اور الفاظ جمع کیے ہیں۔"

اپنی تاریخ میں اور تفسیر میں اس حدیث سے پوری طرح صرف نظر کرنے والے

علامہ طبری نے خاص اس حدیث کی بابت اتنا اہتمام کیوں کیا کہ دو جلدیں تالیف کر ڈالیں..............؟

اس کا جواب ہمیں عربی زبان وادب اور تاریخ وثقافت کے مشہور تذکرہ نگار ''معجم الادبا'' کے مصنف یعقوت بن عبداللہ بن الرومی سے ملتا ہے وہ بتاتے ہیں:۔

"والسبب الذی دعا الطبری الی تالیف هذا الکتاب - علی ما یذکره الحموی - هو ان احد مشایخ بغدادانکر واقعة الغدیر و ادعی ان الامام علیا (علیه السلام) کان فی الیمن فی حجة الوداع ، فلما سمع الطبری بذلك کتب هذا الکتاب - فی الرد علیه - و تحدث فیه عن صحة الاحادیث الواردة فی غدیر خم"

''اوراس کتاب کی تالیف کا سبب (جیسا کہ حموی نے معجم الادبا میں ذکر کیا ہے) یہ ہوا کہ مشائخ بغداد میں سے کسی نے واقعہ غدیر کا انکار کیا اور یہ دعویٰ کیا کہ امام علیؑ تو حجۃ الوداع کے موقع پر یمن گئے ہوئے تھے! تو جب طبری نے یہ سنا تو اس منکر واقعہ کی رد میں یہ کتاب لکھی، اور اس میں غدیر خم کی حدیثوں کی صحت کے بارے میں گفتگو کی۔''

یہ سراغ ہمیں ''عیدالغدیر'' کے عنوان سے ''محمد ابراہیم الموحد قزوینی'' کے مقالے سے ملا تو ہم نے معجم الادبا کی جلدوں کی ورق گردانی کی اور بحمداللہ ہمیں اس کی اٹھارویں جلد کے صفحہ ۸۰ پر مورخ طبری کے تذکرہ کے ضمن میں یہ عبارت مل ہی گئی۔

بہر حال اگر چہ طبری کی کتاب ''الولایہ'' اس وقت کہیں دستیاب نہیں ہے لیکن اس کے فی الواقع و فی نفس الامر موجود ہونے میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں۔ یہ کتاب چھٹی صدی ہجری تک یقیناً علما اور محققین کی دسترس میں تھی۔ اس لیے اس کی دریافت کرنے کی فکر سے ہمیں اب بھی غافل نہیں رہنا چاہیے۔

اس کے جو حوالے دستیاب ہیں ان میں مورخ ابن کثیر اور یعقوت حموی کے علاوہ شیعہ علما اور محققین میں سید ابن طاوس اور ان کے اکثر معاصرین نے طبری سے نقل کیا ہے اور ان روایات میں ایک بہت قابل غور روایت یہ ہے کہ میدان غدیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تین دن تک قیام فرمایا اور اس قیام کا مقصد بیعت امیر المومنینؑ کی تکمیل تھی۔

تین دن کا قیام یا عنصر وقت پر ولایت مآبانہ تصرف

اس روایت پر بھروسہ کیا جائے تو یہ ماننا پڑتا ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک انتہائی حکیمانہ اقدام تھا اور جس قدر آیہ بلغ میں اس حکم کی تبلیغ پر زور دیا گیا تھا اسی قدر آپ نے اس کی تبلیغ میں اہتمام فرمایا۔ اور آپ کا یہی اہتمام اس امر کا سبب بنا کہ اس واقعہ کو تمام دشمنیوں کے باوجود اتنے راوی مل گئے۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے چند امور کو نظر میں رکھنا پڑے گا۔

سب سے پہلی چیز جو نظر میں رکھنے کی ہے وہ یہ ہے کہ یہ رسول اللہ کے آخری رسول ہیں اب ان کے بعد کوئی رسول آنے والا نہیں ہے!

یہ اعلان قران مجید میں بھی ہو چکا اور خود آپؐ نے بھی متعدد مرتبہ اس حقیقت کا اعلان فرمادیا ہے:۔

"یا علی انت بمنزلت هارون من موسی الا انه لا نبی بعدی"

"اے علی! تمہاری نسبت مجھ سے وہی ہے جو موسیٰ کو ہارون سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی ہونے والا نہیں ہے۔

انہیں حدیثوں میں سے ایک ہے جن میں ختم نبوت کا اعلان بھی مضمر ہے۔

دوسری بات جو پیش نظر رکھنے کی ہے وہ اس زمانے کے ذرایع ابلاغ کی صورت حال ہے۔ظاہر ہے کہ اس زمانے میں ہمارے زمانے کی طرح روزنامے شایع نہیں ہوا کرتے تھے۔ابھی طباعت کی صنعت وجود میں نہیں آئی تھی اور اگر چین میں اس طرح کی کوئی چیز تھی بھی تو وہ جزیرہ نمائے عرب میں نہیں آئی تھی۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن جیسی دوسری دریافتیں بھی ظاہر ہے کہ بہت دور تھیں۔ پھر کسی پیغام کو دور دراز علاقوں تک پہنچانے کی کوئی ایسی تدبیر کہ پیغام بغیر کسی کمی بیشی کے پہنچ جائے سوائے معجزے کے اور کوئی نہ تھی۔

تیسری چیز جو بڑی حد تک اسی دوسرے امر سے جڑی ہوئی ہے وہ اس دور میں لوگوں کے نظام نقل وحمل کے عام تقاضوں سے متعلق ہے بہر حال ہمیں اس پر بھی توجہ رکھنی پڑے گی۔

عرب میں صورت حال تو یہ تھی کہ لوگ راستے قدم بہ قدم اور منزل بہ منزل ناپتے

تھے۔ مثلاً مدینہ سے مکہ جانے والوں کو بالکل دقیق طور پر معلوم ہوتا تھا کہ مدینہ سے مکہ جانے والا کتنی مدت میں مکہ پہنچ جائے گا اور کب تک مدینہ واپس آجائے گا۔ اسی حساب سے بطور خاص لوگ حاجیوں کے استقبال کے لیے گھروں سے نکل کر انتظار کیا کرتے تھے۔

حج کے ایام حساب شدہ تھے، سبھی کو معلوم تھا کہ حج کس دن ہوا ہے، اور حجۃ الوداع کی تو بات ہی کچھ اور تھی کہ اس میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے تھے۔ آپ کی واپسی کا سبھی کو انتہائی بے چینی سے انتظار تھا۔ اور جب عام حاجیوں کے استقبال کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی دی ہوئی تعلیم کے تحت استقبال کا اہتمام کرتے تھے تو خود آپ کے استقبال کے لیے اہل مدینہ نے کیا کچھ اہتمام اور تیاریاں نہ کی ہوں گی۔ اور بات صرف اہل مدینہ کی نہیں ہے بلکہ راستے میں جتنی منزلیں بھی آتی ہوں گی ان سب پر آپؐ کے استقبال اور آپؐ کی زیارت کے اشتیاق میں لوگ سرراہ اپنی آنکھیں بچھائے کھڑے ہوں گے۔

ایسی صورت حال میں ایک ایک قدم کا حساب ہو رہا ہوگا، کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اب فلاں جگہ پہنچے ہوں گے اور اب فلاں جگہ پر ہوں گے۔ اور اسی طرح تمام عالم اسلام میں، اس وقت پر اس کی جتنی بھی وسعت ہو چکی تھی تقریباً یہی صورت حال ہوگی۔ ہر ایک اپنے اپنے حاجی کے استقبال میں سراپا انتظار ہوگا۔

اس شدید انتظار و اہتمام کے عالم میں جب قافلہ حجاج کے اپنی اپنی منزلوں پر پہنچنے میں تاخیر ہوئی ہوگی تو کیسی تشویش لاحق ہوئی ہوگی...؟

اور پھر یہ تاخیر ایک دوگام کی تاخیر نہیں، ایک دومنزل کی تاخیر بھی نہیں بلکہ تین دن کی تاخیر! تو ظاہر ہے صورت حال بہت ہی غیر معمولی ہوگئی ہوگی۔

اب تصور کیا جاسکتا ہے کہ جب لوگ اپنی اپنی منزلوں پر اس قدر تاخیر سے پہنچے ہوں گے تو پہلا سوال ہر ایک سے یہی ہوا ہوگا کہ تاخیر کہاں ہوئی.....؟؟؟

اور اس کا جواب اس کے علاوہ کچھ نہ تھا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے روک رکھا تھا اور یہ پیغام پہنچایا تھا!!!

"من کنت مولاہ فعلی مولاہ"

جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علی مولا ہیں!

یوں یہ پیغام خداوندی آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حکمت عملی سے جس میں بنیادی طور پر وقت کو ایک ذریعہ بنایا گیا تھا، تمام مسلمانوں کے کانوں تک پہنچایا گیا۔ جس کے نتیجہ میں آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد ہزارہا کوششوں کے باوجود بھی یہ پیغام مٹایا نہ جاسکا اور اسے نقل کرنے والے سینکڑوں اصحاب موجود رہے۔ ہم اسے سادہ طور پر آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وقت پر ایک ''مرسلانہ'' یا ''مالکانہ'' یا ''ولیّانہ'' تصرف کہہ سکتے ہیں!

عنصر وقت پر ولایت مآبانہ تصرف!!

یا تصرف رسالت!!!

یہاں تک تو بحث ہم نے اس روایت کی بنیاد پر کی ہے جس کی نسبت مورخ طبری کی طرف دی جاتی ہے کہ انہوں نے میدان غدیر میں تین دن قیام کرنے کی روایت کی ہے۔ برفرض ثبوت روایت!

لیکن برفرض عدم ثبوت! عدم ثبوت بہ ایں معنی کہ یہ تین دن قیام والی روایت اگر ثابت نہ ہو۔ ورنہ اصل واقعہ غدیر میں تو عدم ثبوت کا امکان ہی نہیں ہے۔ مورخ ابن کثیر اور یعقوت حموی کے حوالوں سے یہ پہلے صراحت کی جا چکی ہے کہ طبری نے واقعہ غدیر پر مستقلاً دو جلدوں میں خامہ فرسائی کی ہے اور اس باب کی تمام روایات کو جمع کیا ہے۔ اس لیے برفرض عدم ثبوتِ روایتِ سہ روزہ، پھر بھی یہ پیغام الٰہی پہنچانے کے لیے مقام غدیر خم کا انتخاب، پھر وہاں پر خیمے برپا کرنے کا حکم دینا، پھر نماز ظہر وعصر کا باجماعت ادا کرنا، پھر ایک طویل خطبہ ارشاد فرمانا اور اس کے بعد تمام حاضرین کو فرداً فرداً جناب امیر المومنینؑ کی بیعت کا حکم دینا اور تمام لوگوں کا بیعت کرنا اور سب کے آخر میں امہات المومنین کو بھی بیعت کا حکم دینا اور ان کا بھی بیعت کرنا بجائے خود کتنا وقت چاہتا ہے.....؟؟

یہ تنقیح کیا اس حقیقت سے نقاب کشائی نہیں کرتی کہ یہ تمام امور صرف ذرا سی دیر میں نہیں انجام پائے ہوں گے۔ بلکہ ان تمام امور کے انجام پانے میں خاصا وقت صرف ہوا ہوگا۔

اب یہ پورا کتنا وقت صرف ہوا...؟

اس کی صراحت یقیناً دوسری روایتوں میں نہیں ہے۔ لیکن یہاں پر یہ قیاس ضرور کیا جا سکتا ہے (قیاس منطقی وقیاس برہانی نہ کہ قیاس تمثیلی وقیاس استحسانی) کہ یقیناً میدان غدیر میں

ان تمام امور کے انجام پانے میں غیر معمولی وقت صرف ہوا ہوگا۔ یہ جتنا بھی وقت صرف ہوا ہوگا بہر حال حجاج کے حسب معمول پروگرام میں خاصا فرق ضرور پڑا ہوگا۔ یہ بھی اس حکمت تبلیغ کے حصول کے لیے "تصرف رسالت" ہی کے باب سے قرار دینا پڑے گا۔ اور اس واقعہ سے پہلے " آیہ بلغ " کا نزول اور اس کے بعد " آیہ اکملت " کا نزول اس بات کا شاہد قرار پائے گا کہ یہ تمام تصرف رسالت بھی بہ حکم آیہ **"ما ینطق عن الھویٰ"** اور بحکم آیہ **"فاستقم کما امرت"** کلیۃً مطابق مشیت و مصلحت الٰہی تھا۔ اور اسی اہتمام کی تاثیر تھی کہ اس پیغام کو اتنے راوی میسر آ گئے۔ اور امیر المومنین علی علیہ السلام کی شان میں زبان مبارک پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے نکلا ہوا یہ جملہ جو صرف ایک معمولی منقبت کی حیثیت نہیں رکھتا بلکہ آئینی اور دستوری طور پر تاسیس امر ولایت اور تنصیص امر ولایت کی حیثیت بھی رکھتا ہے، حدیث و تاریخ کے سرمائے میں ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گیا۔

روایت غدیر اور مورخ ابن کثیر

اس مقام پر مورخ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ کے مصنف ابوالفداء الحافظ ابن کثیر الدمشقی (المتوفی ۷۷۴ھ) کے واقعہ غدیر کے بارے میں مندرجات پر ایک نظر ڈال لینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اور اس کے ضمن میں ایک اہم اصولی نکتہ کہ وضاحت بھی ضروری معلوم ہوتی ہے جس کی طرف غالباً اب تک توجہ نہیں کی گئی ہے۔

مورخ ابن کثیر نے روایت غدیر بیان کرنے میں جہاں تک روایت کا تعلق ہے، بظاہر کوئی کوتاہی نہیں کی ہے۔ مثلاً انہوں نے مورخ طبری اور اس کے علاوہ متعدد مصادر اور مآخذ کا حوالہ دے کر اصل واقعہ قلم بند کر دیا ہے۔ لیکن چونکہ اس کی دلالت میں انہیں

اپنے مسلک کا بچاؤ بھی کرنا تھا اس لیے انہوں نے ایک اور روایت کو اس کے ساتھ ضمیمہ کر دیا ہے جو عموماً ان کے مسلک کے لوگ کرتے آئے ہیں۔ اگرچہ اس میں بھی امیر المومنین علیہ السلام کی ایک بڑی فضیلت سامنے آتی ہے لیکن مخالفین و معاندین ولایت امیر المومنین علیہ السلام اس سے واقعہ غدیر کی دلالت کی تخصیص و تقیید میں بلکہ اس کی ایسی تاویل پیش کرنے کے لیے جو خلاف ظاہر اور خلاف مقصد و منشائے خدا اور رسولؐ ہے، فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے آئے ہیں۔

وہ روایت یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج پر روانہ ہونے سے پہلے ایک مہم پر یمن روانہ کیا تھا۔ حضرت علی علیہ السلام کو وہ مہم سر کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج میں آکر ملحق ہو جانا تھا۔ حضرت علیؑ وہ مہم سر کر کے تیزی کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور اپنے ساتھ لشکر کی ذمہ داری اپنے ساتھ ہی کے لوگوں میں سے کسی ایک کے سپرد کر دی۔ اس نے یہ کاروائی کی جو بہترین حُلّے لشکر کے خزانے میں تھے انہیں نکال کر تمام لشکریوں میں تقسیم کر دیا۔ جب حضرت علیؑ کی نظر اس پر پڑی تو آپؑ بہت سخت ناراض ہوئے۔ اور تمام لشکریوں سے وہ حلے واپس لے کر انہیں پھر خزانے میں جمع کر دیا۔

ظاہر ہے لشکریوں کو یہ بات اچھی نہیں لگی اور سب سے زیادہ شکایت اسے ہوئی جس نے یہ کاروائی کی تھی۔

یہ شکایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچائی گئی۔ رسول اللہؐ نے شکایت سننے کے بعد فرمایا:۔

''تم لوگ علیؑ کے بارے میں ایسی باتیں نہ کیا کرو وہ اللہ کے معاملات میں بہت ہی سخت ہیں۔''

"ایھا الناس لا تشکو علیا فواللہ انہ لاخشن فی اللہ وفی سبیل اللہ"

یہ ایک مستقل اور علاحدہ واقعہ ہے جسے محمد بن اسحاق سے لے کر احمد بن حنبل اور ابن کثیر تک بہت سے مورخین اور محدثین نے نقل کیا ہے۔ اور غدیر کا واقعہ ایک مستقل اور علاحدہ واقعہ ہے۔ ان دونوں واقعات میں سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ ایک حج سے پہلے کا واقعہ ہے اور دوسرا حج کے بعد کا ہے۔ ایک واقعہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

"انہ لاخشن فی اللہ وفی سبیل اللہ"

اور دوسرے واقعہ میں آپ کا ارشاد ہے:۔

"من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ"

لیکن بر سبیل تنازل اور تسلیم، یعنی اگر تھوڑی دیر کے لیے ہم یہ تسلیم بھی کر لیں کہ پس منظر بالکل وہی ہے جسے یہ حضرات پیش کر رہے ہیں تو بھی اس جملہ **"من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ"** کی دلالت پر ایک اصولی نظر ڈال لینا مناسب بلکہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔

ایک اصولی بحث

اب اس مقام پر روایات سے متعلق ہم بالا ستیعاب تمام مصادر اور مآخذ کے حوالے دینے اور تمام رجال واسناد وغیرہ سے متعلق بحثوں سے قطع نظر کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلنے والے اس تاریخی اور آئین گزار و دستور ساز جملے کی دلالت ہی پر غور کرتے ہیں۔ اور ایک اہم اصولی نکتہ کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں۔ رُوات واسناد سے متعلق بحثوں سے قطع نظر کرنے کا سبب صرف یہ ہے کہ فی الجملہ اس جملہ **"من کنت مولاہ فعلی مولاہ"** کا زبان مبارک پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ادا ہونا بحد تواتر ثابت ہے۔ اور اس پر خالص روائی زاویہ سے بہت سے علمانے بہت ہی سیر حاصل بحثیں کی ہیں جو انتہائی مبسوط کتابوں کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ لیکن غالباً اس اصولی نکتہ کی طرف اب تک کسی نے توجہ نہیں کی ہے۔

یہ نکتہ یہ ہے کہ بیشتر بلکہ تقریباً تمام تر علمائے اصول نے اس قاعدہ کو تسلیم کیا ہے اور فقہ و شریعت کے احکام و قوانین کے استدلال و استنباط کے مواقع پر اس کی رعایت بلکہ پابندی بھی کی ہے کہ قرآن مجید میں کسی بھی آیت سے کسی حکم کے استفادہ کے مقام پر اُس آیت کی شان نزول ''مخصص'' نہیں بن سکتی۔ متن آیت سے جو عمومیت یا اطلاق ثابت ہے اسے شان نزول کی روایات سے مدد لے کر خاص یا مقید نہیں کر سکتے۔ اِلّا یہ کہ اس کی تخصیص یا تقیید پر واقعاً کوئی مستقل دلیل موجود ہو۔ لیکن نہ جانے کیوں اس اصولی قاعدہ سے متون سنن یعنی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات سے استنباط کے مواقع پر چشم پوشی کر لی جاتی ہے اور علاوہ بعض موارد کے اکثر موارد پر متون روایات کے عموم و اطلاق کو نظر انداز ہی کر دیا جاتا ہے۔ اور ان سے مستفاد احکام کو خاص یا مقید ہی کے زمرے میں رکھا جاتا ہے۔

اور یہی اس روایت غدیر کے باب میں علمائے اہل سنت کی روش رہی ہے!!! جبکہ اس روش پر دو واضح اشکال وارد ہوتے ہیں۔

پہلا اشکال تو یہ ہے کہ اصلاً یہ روایت اپنے پورے سیاق و سباق کے ساتھ ولایت ہی کے عنوان سے تعلق رکھتی ہے۔ جسے انہوں نے بلا وجہ یمن سے واپسی میں بعض اصحاب کی شکایت وغیرہ کے پس منظر سے جوڑنے کی کوشش کی ہے۔

دوسرا اشکال یہ وارد ہوتا ہے کہ بالفرض ہم یہ تسلیم بھی کر لیں کہ پس منظر بالکل وہی ہے جو وہ حضرات بیان کرتے ہیں تب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد

میں جو عمومیت اور اطلاق ہے اسے کسی بھی پس منظر سے مخصوص یا مقید نہیں کیا جا سکتا۔ اور وہ بھی ان جملوں کی موجودگی میں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جملہ کو ادا کرنے سے پہلے اور اس کے بعد ارشاد فرمائے۔ جسے خود مورخ ابن کثیر نے بھی نقل کیا ہے اور دوسرے تمام مصادر میں بھی اسے دیکھا جا سکتا ہے۔ خاص طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا کہ:

"الست اولیٰ بالمومنین من انفسهم"

''کیا میں تمام مومنین پر خود ان کے نفسوں سے زیادہ حق تصرف نہیں رکھتا ہوں۔''

اس نکتہ کی مزید وضاحت کے لیے ایک مثال پیش کر دینا مناسب ہوگا۔

قرآن مجید میں ایک آیت ہے **"وما آتاکم الرسول فخذوه وما نهاکم عنه فانتهوا"** یہ سورۂ مبارکہ حشر کی آیت ہے۔ قرآن مجید اٹھا کر دیکھئے تو یہ ایک مستقل آیت کے طور پر درج نہیں ہے، بلکہ یہ سورہ حشر کی ساتویں آیت کا ایک فقرہ ہے۔ پوری آیت مال غنیمت و مال فَے کی تقسیم کے پس منظر میں ہے۔ تاریخ اٹھا کر دیکھئے اور شان نزول پر نظر ڈالیے تو یہ افسوس ناک بلکہ شرمناک بات سامنے آتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقسیم غنائم پر کچھ لوگ معترض ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ لیکن اب کسی بھی فرقہ کے فقیہ سے پوچھیے کہ کیا یہ آیت یا آیت کا یہی فقرہ اسی موقع اور اسی معاملہ سے تعلق رکھتا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیگر ارشادات سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے...؟ تو وہ یہ جواب دیں گے کہ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ پروردگار عالم کا یہ ارشاد عام

ہے اور اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام زندگی اور آپ کے تمام ارشادات پر اس کا انطباق ہوگا۔ اب آپ کچھ بھی حکم دیں تو یہ حکم الٰہی اسے شامل ہوگا۔ بس اسی طرح خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات میں بعض ایسے ارشادات ہیں جو اپنی شان ورود تک محدود نہیں کیے جاسکتے، چاہے وہ کسی بھی پس منظر میں کہے گئے ہوں۔ اور ایسے ہی ارشادات میں سے خود یہ ارشاد ہے یعنی: "**ما نحن فيه**" یعنی: "**من كنت مولاه فعلي مولاه**" یعنی اگر یہی تسلیم کرلیا جائے کہ اس ارشاد کا پس منظر وہی یمن سے واپسی والا واقعہ ہے تب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا عمومیت رکھتا ہے۔ واقعہ کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتا۔

اور قطع نظر اس کے یہ ارشاد پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اندر خود عمومیت اور شمولیت رکھتا ہے، خود اس آیت قرانی کی روشنی میں بھی واجب الاتباع ہے کہ "**وما آتاكم الرسول فخذوه**" اور رسول اللہ جو دیں بس وہ لے لو! کہ اسی میں نجات ہے۔

فائدہ:۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا، مورخ طبری نے اپنی تاریخ میں واقعہ غدیر کا ذکر نہیں کیا ہے تاہم ولایت ووصایت وخلافت علوی فی الواقع وہ حقیقت ہے کہ اس کے ذکر سے ان کی یہ کتاب بھی خالی نہیں ہے، چنانچہ اسی کتاب تاریخ کی تیسری جلد میں دعوت ذوالعشیر ہ کے بیان میں انہوں نے ارقام فرمایا ہے:۔

> "........رسول اللہ صلعم نے فرمایا اے اولاد عبد المطلب میں نہیں جانتا کہ کوئی عرب مجھ سے پہلے اس سے بہتر کوئی نعمت تمہارے پاس لایا ہو، اس میں دین اور دنیا کی بھلائی ہے، اللہ تعالی نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ

میں تم کو اس کی دعوت دوں۔(پس) تم میں سے کون اس معاملہ میں میرا بوجھ بانٹنے کے لیے آمادہ ہوتا ہے؟ تاکہ وہ میرا بھائی بنے، میرا وصی ہو اور تم میں میرا جانشین اور خلیفہ ہو! اس جماعت میں سب ساکت و صامت رہے۔ کسی نے حامی نہیں بھری۔ البتہ میں نے ہاں کی۔ حالانکہ میں اس جماعت میں سب سے کم عمر تھا میں نے کہا اے اللہ کے نبیؐ! میں آپ کا وزیر اور بوجھ بانٹنے والا بنتا ہوں۔ پس رسول اللہ صلعم نے میری گردن تھام کر کہا: یہ میرا بھائی ہے، میرا وصی اور تم میں میرا خلیفہ ہے، تم اس کی بات کو سنو اور جو کہے اس کی اطاعت کرو۔

اس پر ساری جماعت ہنسنے لگی اور انہوں نے ابوطالب سے کہا: سنو! آپ کو حکم ہوا ہے کہ اپنے لڑکے کی اطاعت و فرمانبرداری کریں۔''

(تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۱۷۲-۱۱۷۱، انتخاب طبری از مولانا سید صفدر حسین نجفی ص ۴۲ طبع امامیہ پبلیکیشنز لاہور)

اسی طرح طبری کی تفسیر بھی تذکرۂ ولایت علیؑ سے خالی نہیں ہے۔ آیہ اکملت اور آیہ بلغ کے ضمن میں نہ سہی لیکن آیہ ولایت یعنی سورۂ مائدہ کی پچپنویں آیت کے ضمن میں ان روایات کا ذکر آپ کو مل جائے گا جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کے حضرت علیؑ کے شان میں نازل ہونے کی صراحت فرمائی ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ولایت علیؑ وہ حقیقت ہے جس پر پردہ ڈالا جا نہیں سکتا!!!

جاحظ ابو عثمان

مورخ طبری ہی کی طرح عربی کے مشہور ادیب اور محقق جاحظ ابو عثمان (۷۷۵ء، ۸۶۸ء) کے بارے میں بھی معلوم ہوتا ہے کہ اپنی مشہور زمانہ کتابوں میں تو انہوں نے کہیں بھی ولایت امیر المومنین علیہ السلام پر کوئی اظہار نہیں کیا ہے لیکن آخری عمر میں وہ مستبصر ہوئے، اور ایک پورا رسالہ اس پر لکھ ڈالا۔ یہ رسالہ ہمارے زمانے کے ایک ہونہار فاضل اور محقق نے اپنے تحقیقی مقدمہ اور حواشی کے ساتھ قم سے شایع ہونے والے ایک علمی مجلّہ ''تراثنا'' میں شایع کرادیا ہے۔

جاحظ عربی کے ایک نابغہ وقت ادیب اور مصنف کا نام ہے جو اظہار و بیان ہی میں اپنا ایک منفرد اسلوب نہیں رکھتا تھا بلکہ فکر و نظر میں بھی اپنا منفرد زاویہ رکھتا تھا۔ مسلمانوں کے کلامی فرقوں میں ایک مستقل فرقہ اس کے نام پر قائم ہوگیا تھا جسے ''جاحظیہ'' کہتے تھے۔ یہ معتزلہ کی ایک شاخ تھی۔ جاحظ کے اسلوب نگارش میں متانت فکر کے ساتھ ساتھ ظرافت اور حس مزاح کی آمیزش تھی۔ اس کی مشہور کتابوں میں ''الحیوان، البیان والتبیین'' کا نام لیا جاسکتا ہے۔

اسی طرح مشہور اہل سنت مفکر ابو حامد غزالی کے بارے میں بھی اسی طرح کا تذکرہ پایا جاتا ہے کہ انہوں نے دم واپسیں ولایت علوی کا اقرار و اعتراف کرلیا تھا۔ اور اس کے ثبوت میں ان کا ایک رسالہ ''سر العالمین'' کے نام سے پیش کیا جاتا ہے۔

ضمیمہ ا

حدیث غدیر روایت کرنے والے صحابیؓ اور صحابیاتؓ

اس فہرست میں ہم اصحاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فہرست میں جگہ پانے والے حضرات میں سے ان ایک سو دس (۱۱۰) اشخاص کے نام درج کر رہے ہیں جو حدیث غدیر کی روایت کرنے کی سعادت حاصل کر سکے۔ ان میں بعض وہ نام بھی آتے ہیں جن کے پایہ اعتبار میں کسی کلام کی گنجائش نہیں، وہ ہر لحاظ سے ثقہ اور معتبر مانے گئے ہیں۔ اور بعض وہ نام بھی آتے ہیں جن کا پایہ اعتبار مشکوک یا قابل بحث یعنی قابل جرح و تعدیل ہے۔ تاہم اصل واقعہ کے پایہ ثبوت تک پہنچ جانے کے بعد ان اصحاب کے نام مزید تقویت و تائید اور استدراک شواہد کے طور پر درج کر دینا فائدہ سے خالی نہیں۔

۱۔ابو رافع:۔ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ابن عقدہ نے حدیث الولایہ میں اور ابوبکر الجعابی نے "نخب المناقب" میں ابو رافع کی سند سے حدیث غدیر کا ذکر کیا ہے اور ان کے حوالے دوسرے مصادر میں بھی کثرت سے آئے ہیں۔(ابو رافع قبطی یعنی مصری تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانثار غلام تھے۔)

۲۔ابو زینب بن عوف الانصاری:۔ اسد الغابہ، ج ۳ص ۳۰۷ و ج ۵ص ۲۰۵۔ الاصابہ ج ۳ص ۴۰۸۔

۳۔ابو لیلیٰ الانصاری:۔ المتوفی شہیداً فی الصفین فی رحاب امیر المومنینؑ۔ انہوں نے یوم الرحبہ بھی حدیث غدیر کی گواہی دی تھی ان کی روایت محدث و مفسر اہل سنت والجماعت امام جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء ص ۱۱۴ میں اور خوارزمی نے مناقب ص ۳۵ میں نقل کی ہے۔

۴۔ابو قدامہ الانصاری:۔ اسد الغابہ ج ۵ص ۲۷۶۔

۵۔ابو عمرۃ بن محصن الانصاری:۔ اسد الغابہ ج ۳ص ۳۰۷۔

۶۔ابو الہیثم بن التیہان:۔ المتوفی شہیداً فی الصفین فی رحاب امیر المومنینؑ، تاریخ آل محمدؐ ص ۶۷، جواہر العقدین السمہودی، نخب المناقب قاضی بہجت۔

۷۔ابو ہریرۃ الدوسی:۔ المتوفی ۵۷ھ یا ۵۸ھ یا ۵۹ھ، ان کی روایت خطیب بغدادی نے مسنداً نقل کی ہے۔ ج ۸ص ۲۹۰، ان کی روایت کا حوالہ کتابوں میں بکثرت پایا جاتا ہے۔

۹۔ابو ذُوَیب خالد بن خالد بن محدث الہذلی:۔ الشاعر، ابن عقدہ اور خوارزمی نے

ان کو بھی رواۃ حدیث غدیر میں شمار کیا ہے۔

۱۰۔ابوبکر بن قحافہ:۔ اسنیٰ المطالب، شمس الدین جزری ص ۳، جعابی اور منصور رازی نے بھی ان سے حدیث غدیر روایت کی ہے۔

۱۱۔اسامہ بن زید:۔ المتوفی ۵۴ھ ان کی روایت ابن عقدہ نے دی ہے۔

۱۲۔ابی بن کعب الانصاری:۔ ان کی روایت الجعابی نے نخب المناقب میں اپنی سند سے دی ہے۔

۱۳۔اسعد بن زرارۃ الانصاری:۔ ان کی روایت ابن عقدہ نے حدیث الولایہ میں شمس الدین الجزری نے اسنیٰ المطالب ص ۴ میں، الجعابی نے نخب میں، ابوسعید مسعود السجستانی نے کتاب الولایہ میں دی ہے۔ (بحوالہ کتاب الیقین لابن طاوس وابن حاتم: الدر النظیم فی الائمۃ الہامیم)

۱۴۔اسماء بنت عمیسؓ:۔ ان کی روایت ابن عقدہ نے دی ہے۔

۱۵۔حضرت ام سلمہؓ ام المومنین:۔ ان کی روایت متعدد کتابوں میں ہے۔ (ینابیع المودۃ ص ۴۰)

۱۶۔ام ہانی بنت ابی طالب سلام اللہ علیہا:۔ (ینابیع المودۃ ص ۴۰)

۱۷۔ابوحمزہ انس بن مالک الانصاری:۔ خطیب نے اپنی تاریخ میں، ج ۷ ص ۳۷۷، ابن قتیبہ دینوری نے المعارف ص ۲۱۹ میں ابوبکر الجعابی نے نخب المناقب میں سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں ص ۱۱۴، علی متقی ہندی نے کنز العمال ج ۶ ص ۱۵۴، ۴۰۳، البدخشی نے نزل الابرار ص ۲۰ اور الجزری نے اسنی المطالب ص ۴ پر ان کی روایت دی ہے۔

۱۸۔ براء بن عازب الانصاری الاوسی:۔ نزیل کوفہ المتوفی ۷۲ھ، مسند احمد ۲۸۱/۴، ابن ماجہ ۲۹/۱، ۲۸، خصائص نسائی ص ۱۶، تاریخ خطیب بغدادی ۲۳۶/۱۴، تفسیر طبری ۱۳/ ۴۲۸، الاستیعاب ابن عبد البر ۴۷۳/۶، الریاض النضرہ لمحب الدین الطبری ۱۶۹/۲، الفصول المہمہ لابن صباغ المالکی ص ۲۵، ذخائر العقبیٰ المحب الطبری ص ۶۷، کفایۃ الطالب للحافظ الکنجی الشافعی ص ۱۴، تفسیر فخر الدین رازی ۶۳۶/۳، تفسیر نیشاپور ۱۹۴/۶، الجامع الصغیر ۵۵۵/۲، مشکوۃ المصابیح ص ۵۵۷، کنز العمال ۱۵۲/۶، البدایہ والنہایہ لابن کثیر ۲۰۹/۵، نزل الابرار للبدخشانی ص ۱۹، الخطط المقریزی ۲۲۲/۲، تفسیر روح المعانی ۳۵/۲، تفسیر المنار ۴۶۴/۶، الجزری فی اسنی المطالب ص ۳ میں ان کی روایت موجود ہے۔

۱۹۔ بریدۃ بن الحصیب، ابوسہل الاسلمی:۔ المتوفی ۶۳ھ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۱۰، حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۲۳، الاستیعاب ج ۲ ص ۴۷۳، اسنی المطالب ص ۳، تاریخ الخلفاء ص ۱۱۴، کنز العمال ج ۶ ص ۳۹۷، نزل الابرار بدخشانی ص ۲۰، تفسیر المنار ج ۶ ص ۴۶۴۔

۲۰۔ ثابت بن ودیعہ الانصاری الخزرجی المدنی، ابوسعید:۔ یوم الرحبہ کے گواہوں میں سے ہیں۔ اسد الغابہ ۳۰۷/۳، ۲۰۵/۵۔

۲۱۔ جابر بن عبداللہ الانصاری :۔ المتوفی ۷۳یا۷۴یا۷۸ھ، ان کی روایت الاستیعاب ۴۷۳/۲، تہذیب التہذیب ۳۳۷/۷، کفایۃ الطالب ص ۱۶، البدایہ والنہایہ ۲۰۹/۵، کنز العمال ۳۹۸/۶، ینابیع المودۃ ص ۴۱، العمدۃ ابن بطریق ۵۳۔

۲۲۔ جابر ابن سمرۃ بن جنادہ ابوسلیمان السوائی:۔ المتوفی ۷۴ھ کنز العمال ۶/

۳۹۸۔

۲۳۔جبلہ بن عمروالانصاری،ابن عقدۃ:۔

۲۴۔جبیر بن مطعم بن عدی القرشی:۔ المتوفی ۵۷ھ ینابیع المودۃ ص ۳۱، ۳۳۶، تاریخ آل محمد قاضی بہلول بہجت ص ۶۸۔

۲۵۔جریر بن عبداللہ بن جابر البجلی:۔ المتوفی ۵۴ھ مجمع الزوائد الہیثمی ۹/۱۰۶، تاریخ الخلفاء ص ۱۱۴، البدایہ والنہایہ ۷/۳۴۹، کنز العمال ۶/۱۵۴۔

۲۶۔جندب بن جنادہ الغفاری، ابوذر:۔ المتوفی ۳۱ھ فرائد السمطین باب ۱۸ور باب ۵۰، نخب المناقب جعابی۔

۲۷۔جندع بن عمرو بن مازن الانصاری ابوجنیدہ:۔ اسد الغابہ ۱/۳۰۸۔

۲۸۔حبہ بن ابوقدامہ العرنی البجلی:۔ المتوفی ۷۶ یا ۷۹ھ مجمع الزوائد، تاریخ بغداد، الکنی والاسماء الدولابی، اسد الغابہ، الاصابہ، ینابیع المودۃ۔

۲۹۔حبشی بن جنادہ السلولی:۔ اسد الغابہ۔

۳۰۔حبیب بن بدیل بن ورقاء الخزائی، ابن عقدہ:۔

۳۱۔حذیفہ بن اسید ابوسریحہ الغفاری:۔ المتوفی ۴۲ھ الصحیح الترمذی، البدایہ والنہایہ۔

۳۲۔حذیفہ بن الیمان الیمانی:۔

۳۳۔حسان بن ثابت:۔

۳۴۔امام حسن علیہ السلام:۔

۳۵۔امام حسین علیہ السلام:۔

۳۶۔خالد بن زید الانصاری، ابوایوب:۔

۳۷۔خالد بن المغیرہ المخزومی، ابوسلیمان:۔

۳۸۔خزیمہ بن ثابت الانصاری:۔المتوفی ۳۷ھ

۳۹۔خویلد بن عمرو الخزاعی، ابوشریح:۔

۴۰۔رفاعہ بن عبدالمنذر الانصاری:۔

۴۱۔زبیر بن العوام القرشی المقتول:۔

۴۲۔زید بن ارقم الانصاری الخزرجی:۔

۴۳۔زید بن ثابت، ابوسعید:۔

۴۴۔زید بن یزید بن شراحیل الانصاری:۔

۴۵۔زید بن عبداللہ الانصاری:۔

۴۶۔سعد بن ابی وقاص، ابواسحاق:۔

۴۷۔سعد بن جنادہ العوفی:۔

۴۸۔سعد بن عبادہ الانصاری الخزرجی:۔

۴۹۔سعد بن مالک الانصاری الخذری، ابوسعید:۔

۵۰۔سعید بن زید القرشی العدوی:۔

۵۱۔سلمان الفارسی ابوعبداللہ:۔

۵۲۔سعید بن سعد بن عبادہ الانصاری:۔

۵۳۔ابو مسلم سلمہ بن عمرو بن الاکوع الاسلمی:۔

۵۴۔سمرہ بن جندب الفزاری حلیف الانصار، ابوسلیمان:۔

۵۵۔سہل بن حنیف الانصاری الادسی:۔المتوفی ۳۸ھ

۵۶۔سہل بن سعد الانصاری الخزرجی الساعدی، ابوالعباس:۔

۵۷۔ابوامامۃ الصدی ابن عجلان الباہلی:۔نزیل شام

۵۸۔ضمیرۃ الاسدی:۔

۵۹۔طلحہ بن عبیداللہ التمیمی:۔

۶۰۔عامر بن عمیر النمیری:۔

۶۱۔عامر بن لیلیٰ بن ضمرہ:۔

۶۲۔عامر بن لیلیٰ الغفاری:۔

۶۳۔عامر بن واثلہ، ابوالطفیل، اللیثی:۔المتوفی ۱۰۰ھ یا ۱۰۸ھ۔

۶۴۔عائشہ بنت ابی بکر بن ابی قحافہ:۔

۶۵۔عباس بن عبدالمطلب:۔

۶۶۔عبدالرحمٰن بن عبدالرب الانصاری:۔

۶۷۔عبدالرحمٰن بن عوف، ابومحمد، القرشی الزہری:۔المتوفی ۳۱ھ یا ۳۲ھ

۶۸۔عبدالرحمٰن بن یعمر الدیلمی:۔

۶۹۔عبدالرحمٰن بن عبدالاسدالمخزومی:۔

۷۰۔عبداللہ بن بدیل بن ورقاء:۔

۷۱۔عبداللہ بن بشیر المازنی:۔

۷۲۔عبداللہ بن ثابت الانصاری:۔

۷۳۔عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب:۔المتوفی ۸۰ھ

۷۴۔عبداللہ بن حطب القرشی المخزومی السیوطی:۔

۷۵۔عبداللہ بن ربیعہ:۔

۷۶۔عبداللہ بن عباس:۔المتوفی ۶۸ھ

۷۷۔عبداللہ بن ابی اوفی علقمہ الاسلمی:۔

۷۸۔عبداللہ بن عمر بن خطاب العدوی،ابوعبدالرحمٰن:۔

۷۹۔عبداللہ بن مسعود الہندی،ابوعبدالرحمٰن:۔

۸۰۔عبداللہ بن یامیل (یامین) ابن عقدہ:۔

۸۱۔عثمان بن عفان:۔

۸۲۔عبید بن عازب الانصاری:۔

۸۳۔ابوطریف عدی بن حاتم:۔

۸۴۔عطیہ بن بسر المازنی:۔

۸۵۔عقبہ بن عامر الجہنی:۔

۸۶۔امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہما السلام:۔

۸۷۔عمار بن یاسر العنسی الشہید، ابوالیقطان:۔

۸۸۔عمارہ الخزرجی الانصاری:۔

۸۹۔عمر بن ابی سلمہ بن عبدالاسد المخزومی:۔

۹۰۔عمر بن الخطاب:۔

۹۱۔ابونجید عمران بن حصین الخزاعی:۔

۹۲۔عمرو بن الحمق الخزاعی:۔

۹۳۔عمرو بن شراحیل:۔

۹۴۔عمرو بن العاص:۔

۹۵۔عمرو بن مرۃ الجہنی:۔

۹۶۔حضرت صدیقہ طاہرہ فاطمہ بنت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:۔

۹۷۔فاطمہ بنت حمزہ بن عبدالمطلب:۔

۹۸۔قیس بن ثابت بن شماس الانصاری:۔

۹۹۔قیس بن سعد بن عبادہ الانصاری:۔

۱۰۰۔ابومحمد، کعب بن عجرۃ الانصاری:۔

۱۰۱۔ابوسلیمان، مالک بن الحویرث اللیثی :۔

۱۰۲۔مقداد بن عمرو الکندی:۔

۱۰۳۔ناجیہ بن عمر الخزاعی :۔

۱۰۴۔ابو برزہ، نضلہ بن عتبہ الاسلمی :۔

۱۰۵۔نعمان بن عجلان الانصاری:۔تاریخ آل محمدؐ قاضی بہجت ص ٦٧۔

۱۰۶۔ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص، ہاشم المرقال، الزہری:۔المتوفی شہیداً فی صفین ۳۷ھ، اسد الغابہ ج اص ٣٦٨، الاصابہ ابن الحجر ج اص ۳۰۵۔

۱۰۷۔وحشی بن حرب الحبشی الحمصی ، ابو وسمہ:۔کتاب الولایہ ابن عقدہ و کتاب المناقب الخوارزمی۔

۱۰۸۔وہب بن حمزہ:۔الاصابہ ج ۳ ص ٦٤١، کتاب المناقب، خوارزمی (ح)

۱۰۹۔وہب بن عبداللہ السوائی، وہب الخیر، ابو جحیفہ:۔المتوفی ۳۷ھ کتاب الولایہ ابن عقدہ۔

۱۱۰۔یعلی بن مرہ بن وہب الثقفی ، ابو مزازم:۔اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۲، ج ۳ ص ۹۳، ج ۵ ص ٦، الاصابہ ج ۳ ص ۵۴۲۔

ضمیمہ ۲

فہرست تابعین

افادہ عموم کی غرض سے اس ضمیمہ میں ان تابعین کے اسمائے گرامی دیئے جارہے ہیں جنھوں نے واقعہ غدیر کی روایت کی ہے۔ یہ علامہ امینی صاحب کتاب ''الغدیر'' کے مطابق ۸۴ افراد ہیں۔

۱۔ابوراشد خضر یا نعمان الشامی:۔

۲۔ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالرحمن بن عوف مدنی:۔

۳۔جناب ابوسلیمان موذن:۔

۴۔جناب ابوصالح سمان زکوان مدنی:۔

۵۔جناب ابوعنفوانہ مازنی:۔

۶۔جناب ابوعبدالرحمن کندی:۔

۷۔جناب ابوالقاسم اصبغ بن نباتہ تمیمی کوفی:۔

۸۔جناب ابولیلیٰ کندی:۔

۹۔جناب ایاس بن نذیر:۔

۱۰۔جناب جمیل بن عمارہ:۔

۱۱۔جناب حارثہ بن نصر:۔

۱۲۔جناب حبیب بن ابی ثابت:۔

۱۳۔جناب حرث بن مالک:۔

۱۴۔جناب حسین بن مالک بن حویرث:۔

۱۵۔جناب حکم بن عتیبہ کوفی کندی:۔

۱۶۔جناب حمید بن عمارہ خزرجی انصاری:۔

۱۷۔حمید الطّویل ابوعبیدہ ابن ابی حمید بصری:۔

۱۸۔خثیمہ بن عبدالرحمٰن جعفی کوفی:۔

۱۹۔ربیعہ جریشی:۔

۲۰۔ابومثنی ریاح بن حارث نخعی کوفی:۔

۲۱۔ابوعمروزاذان بن عمر کندی (بزّاریابزازکوفی):۔

۲۲۔ابومریم زربن جیش اسدی:۔

۲۳۔زیادبن ابی زیاد:۔

۲۴۔زیدبن یثیع ہمدانی کوفی:۔

۲۵۔سالم بن عبداللہ بن عمرخطاب قرشی عدوی مدنی:۔

۲۶۔سعیدبن جبیراسدی کوفی:۔

۲۷۔سعیدبن ابی حدان کوفی:۔

۲۸۔سعیدبن مسیّب قرشی مخزومی:۔

۲۹۔سعیدبن وہب ہمدانی کوفی:۔

۳۰۔ابویحیٰ سلمہ بن کہیل حضری کوفی:۔

۳۱۔ابوصادق سلیم بن قیس ہلالی:۔

۳۲۔ابومحمد سلیمان بن مہران اعمش:۔

۳۳۔سہم بن حصین اسدی:۔

۳۴۔شہربن حوشب:۔

۳۵۔ضحاک بن مزاحم ہلالی، ابوالقاسم:۔

۳۶۔طاؤس بن کیسان یمانی جندی:۔

۳۷۔طلحہ بن مصرف ایامی، یمانی کوفی:۔

۳۸۔عامر بن سعد بن ابی وقاص مدنی:۔

۳۹۔عائشہ بنت سعد:۔

۴۰۔عبدالحمید بن منذر بن جارود عبدی:۔

۴۱۔ابوعمارہ عبدخیر بن یزید ہمدانی کوفی مخضومی:۔

۴۲۔عبدالرحمٰن بن ابی لیلی:۔

۴۳۔عبدالرحمٰن بن سابط:۔

۴۴۔عبداللہ بن اسعد بن زرارہ:۔

۴۵۔ابومریم عبداللہ بن زیاد اسدی کوفی:۔

۴۶۔عبداللہ بن شریک عامری کوفی:۔

۴۷۔ابومحمد عبداللہ بن محمد بن عقیل ہاشمی مدنی:۔

۴۸۔عبداللہ بن یعلی بن مرہ:۔

۴۹۔عدی بن ثابت انصاری کوفی خطمی:۔

۵۰۔ابوالحسن عطیہ بن سعد بن جنادہ عوفی کوفی:۔

۵۱۔علی بن زید بن جدعان بصری:۔

۵۲۔ابوہارون عمارہ جوین عبدی:۔

۵۳۔عمرابن عبدالعزیز (خلیفہ اموی):۔

۵۴۔عمر بن عبدالغفار:۔

۵۵۔عمر بن حضرت علی مرتضیٰؑ:۔

۵۶۔عمر بن جعدہ بن ہیرہ:۔

۵۷۔عمر بن مرہ ابوعبداللہ کوفی ہمدانی:۔

۵۸۔ابواسحاق عمر بن عبداللہ سبیعی ہمدانی:۔

۵۹۔ابوعبداللہ عمر بن میمون اودی:۔

۶۰۔عمیرہ بن سعد ہمدانی کوفی:۔

۶۱۔عمیرہ بن سعد بن مالک:۔

۶۲۔عیسیٰ بن طلحہ بن عبیداللہ تمیمی ابومحمد مدنی:۔

۶۳۔ابوبکر فطر بن خلیفہ مخزومی مولاہم الحناط:۔

۶۴۔قبیصہ بن ذویب:۔

۶۵۔ابومریم قیس ثقفی مدائنی:۔

۶۶۔محمد بن عمر بن حضرت علیؑ:۔

۶۷۔ابوالضحیٰ مسلم بن صبیح ہمدانی کوفی عظار:۔

۶۸۔مسلم ملائی:۔

۶۹۔ابوزرارہ مصعب بن سعد بن ابی وقاص زہری مدنی:۔

۷۰۔مطلب بن عبداللہ قرشی مخزومی مدنی:۔

۷۱۔مطر الوراق:۔

۷۲۔معروف بن خربوذ:۔

۷۳۔منصور بن ربعی:۔

۷۴۔مہاجر بن مسمار الزہری مدنی:۔

۷۵۔موسیٰ بن اکتل بن عمیر نمیری:۔

۷۶۔ابوعبداللہ میمون بصری:۔

۷۷۔نذیر الظبی کوفی:۔

۷۸۔ہانی بن ہانی ہمدانی کوفی:۔

۷۹۔ابوبلج یحییٰ بن سلیم فرازی واسطی:۔

۸۰۔یحییٰ بن جعدہ بن ہبیرہ مخزومی:۔

۸۱۔یزید بن ابی زیاد کوفی:۔

۸۲۔یزید بن حیان تیمی کوفی:۔

۸۳۔ابوداؤد یزید بن عبدالرحمٰن بن اودی کوفی:۔

۸۴۔ابونجیح یسار الثقفی:۔

ضمیمہ ۳

واقعہ غدیر اور حدیث غدیر کا تذکرہ کرنے والے مورخین

۱۔ کتاب انساب الاشراف :۔ امام المورخین بلاذری۔ متوفی ۲۷۹ھ
۲۔ کتاب المعارف والامامہ والسیاسہ :۔ ابن قتیبہ دینوری۔ متوفی ۲۷۶ھ
۳۔ کتاب الولایہ :۔ علامہ طبری۔ متوفی ۳۱۰ھ
۴۔ تاریخ ابن زولاق :۔ ابن زولاق لیثی المصری۔ متوفی ۲۸۷ھ
۵۔ تاریخ بغداد :۔ خطیب بغدادی۔ متوفی ۴۶۳ھ
۶۔ استیعاب :۔ ابن عبدالبر، متوفی ۴۶۳ھ
۷۔ الملل والنحل :۔ شہرستانی، متوفی ۵۴۸ھ

۸۔ تاریخ بن عساکر:۔ ابن عساکر، متوفی ۵۷۱ھ

۹۔ معجم الادباء:۔ یاقوت الحموی،

۱۰۔ اسد الغابہ:۔ ابن اثیر، متوفی ۶۳۰ھ

۱۱۔ تاریخ ابن خلکان:۔ ابن خلکان، متوفی ۶۸۱ھ

۱۲۔ مرآۃ الجنان:۔ یافعی، متوفی ۶۶۸ھ

۱۳۔ الف باء:۔ ابن الشیخ البلوی،

۱۴۔ البدایہ والنہایہ:۔ ابن کثیر الشامی، متوفی ۷۷۴ھ

۱۵۔ مقدمہ تاریخ:۔ ابن خلدون، متوفی ۸۰۸ھ

۱۶۔ تذکرۃ الحفاظ:۔ شمس الدین ذہبی،

۱۷۔ نہایۃ العرب:۔ النویری، متوفی ۸۳۳ھ

۱۸۔ الاصابہ:۔ ابن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ

۱۹۔ تہذیب التہذیب:۔ ابن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ

۲۰۔ الفصول المہمہ:۔ ابن صباغ مالکی، متوفی ۸۵۵ھ

۲۱۔ الخطط:۔ المقریزی، متوفی ۸۴۵ھ

۲۲۔ اخبار الدول:۔ القرمانی الدمشقی، متوفی ۱۱۹ھ

۲۳۔ سیرۃ حلبیہ:۔ نورالدین حلبی، متوفی ۱۴۴ھ

ضمیمہ ۴

دوسری صدی ہجری سے چودھویں صدی ہجری تک حدیث غدیر کے راوی علمائے اہل سنت اور صاحبان تصانیف

۱۔دوسری صدی ہجری کے:۔	۵۶علماء
۲۔تیسری صدی ہجری کے:۔	۹۲علماء
۳۔چوتھی صدی ہجری کے:۔	۴۳علماء
۴۔پانچویں صدی ہجری کے:۔	۲۴علماء
۵۔چھٹی صدی ہجری کے:۔	۸۰علماء
۶۔ساتویں صدی ہجری کے:۔	۲۱علماء
۷۔آٹھویں صدی ہجری کے:۔	۱۸علماء
۸۔نویں صدی ہجری کے:۔	۱۶علماء
۹۔دسویں صدی ہجری کے:۔	۱۰علماء
۱۰۔گیارہویں صدی ہجری کے:۔	۱۲علماء
۱۱۔بارہویں صدی ہجری کے:۔	۱۴علماء
۱۲۔تیرہویں صدی ہجری کے:۔	۱۲علماء
۱۳۔چودہویں صدی ہجری کے:۔	۱۹علماء

ضمیمہ ۵

حدیث غدیر کی توثیقِ سند کرنے والے ائمہ علم حدیث

۱۔ حافظ ترمذی:- م ۲۷۹ھ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔

۲۔ حافظ طماوی:- م ۲۷۹ھ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

۳۔ فقیہ محاملی بغدادی:- م ۳۳۰ھ یہ حدیث صحیح ہے۔

۴۔ ابوعبداللہ حاکم:- م ۴۰۵ھ متعدد صحیح اسناد سے روایت ہے۔

۵۔ ابومحمد العاصمی:- امت محمدی نے یہ حدیث قبول کر لی ہے۔

۶۔ حافظ قرطبی:- م ۴۶۳ھ یہ سب حدیثیں ثابت ہیں۔

۷۔ فقیہ معازلی شافعی:- م ۴۸۳ھ یہ حدیث صحیح اور ثابت ہے۔

۸۔ امام غزالی:- م ۵۰۵ھ جمہور متن حدیث پر متفق ہیں۔

خاتمہ

۱۸ عید غدیر کے اس عظم المرتبت عدیم المثال واقعے کی روایت علاوہ ان ۱۸ علمائے اہل سنت والجماعت کہ جن کی اسناد متصل سے شرف اتصال حاصل کرتا ہوں [۱] اپنے بزرگ مشائخ روایت وحدیث، اساتید ذوی الاحترام، ہمدرد ساتھیوں اور ہم عصر دوستوں کے ذریعے قراءۃً وسماعۃً، اجازۃً مکاتبۃً ومشافہۃً اور مناولۃً و وجادۃً تقریباً چالیس واسطوں سے اپنے آپ کو محضر رحمت عالم، معلم آخرالزمان حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پاتا ہوں **للہ الحمد والشکر علی نعمائہ**

ا۔ سب سے پہلے شیخ جلیل، ہارون زمانہ، آیۃ اللہ شیخی وسندی الشیخ آغا بزرگ تہرانی رحمۃ اللہ علیہ۔

---

[۱] فی الحال ان علماء کی فہرست فائلوں کے درمیان غائب ہے، لیکن بحمد اللہ فائلوں کے الٹ پلٹ سے ایک اور نئے مسودے کی طرف نشاندہی ہو رہی ہے جس کا عنوان خود مولانائے مرحوم نے ''میثاق ازل سے **میثاق غدیر تک**'' یا ''**عہد الست بربکم سے عہد الست اولی بکم تک**'' رکھا تھا۔ انشاء اللہ بہت جلد اسے بھی منظر عام پر لانے کی کوشش کی جائے گی۔ **(اکیڈمی)**

۲۔ سیدی وکہفی وکہف الانام، آیۃ اللہ العظمیٰ السید محمود الشاہرودی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

۳۔ سیدی وسندی کہفی وکہف الانام، آیۃ اللہ العظمیٰ السید روح اللہ الموسوی الخمینی الہندیؒ۔

۴۔ صدر الشریعۃ والدین آیۃ اللہ سید حسن صدر الدین الموسوی الکاظمیؒ۔

۵۔ مجبی وشیخی آیۃ اللہ سید ہاشم البنارسی الہندیؒ۔

۶۔ شیخی وسندی آیۃ اللہ سید جواد تبریزی۔

۷۔ شیخی وسندی آیۃ اللہ العظمیٰ الشیخ عبد الکریم زنجانیؒ۔

۸۔ کہفی وسندی آیۃ اللہ السید علی بغدادیؒ۔

۹۔ کہف الانام آیۃ اللہ العظمیٰ السید محسن الحکیمؒ۔

۱۰۔ شیخی وسندی آیۃ اللہ سید عبد اللہ شیرازیؒ۔

۱۱۔ شیخی وسندی آیۃ اللہ سید محمد رضوی الہندیؒ۔

۱۲۔ مجبی فیض الاسلام سید علی نقی اصفہانیؒ۔

۱۳۔ استادی وملاذی شیخی وسندی علامہ سید منظور حسن رضوی الہندیؒ۔

۱۴۔ استادی وملاذی شیخی وسندی آیۃ اللہ سید جمال الہاشمی گلپائگانیؒ۔

۱۵۔ مجبی آیۃ اللہ حسین بخش جاڑا الباکستانیؒ۔

۱۶۔ مجبی علامہ محمد بشیر الانصاری الہندی الباکستانیؒ۔

۱۷۔ مجبی شیخی وسندی آیۃ اللہ سید احمد المستنبطؒ۔

۱۸۔ علامۃ الجلیل مجبی الکریم السید مرتضی الحسینی الفیروزآبادیؒ

''.....حدیثوں کو بس یوں ہی نہ پڑھ لیا کرو بلکہ اساتذۂ حدیث سے لفظاً لفظاً حاصل کرو تاکہ ''سلسلہ سند'' ہی نہیں گویا ''سلسلہ انفاس'' بھی نفس پاک معصوم تک متصل ہو جائے.....!''

(مرحوم کے وصیت نامہ سے اقتباس)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلیَومَ اَکمَلتُ لَکُم دِینَکُم وَاَتمَمتُ عَلَیکُم نِعمَتِی وَرَضِیتُ لَکُمُ الاِسلَامَ دِینًا

(قرآن کریم، سورہ مائدہ ۳ پارہ ۶ سورہ ۵)

صَدَقَ اللّٰہُ العَلِیُّ العَظِیم٥

HIKMAT-E-TABLEEGH

HUJJATUL-ISLAM WAL-MUSLIMEEN
SAYYID SIBTE HASAN RAZAVI QAIM NAJAFI

Maulana Qaim Academy, Banaras